بارش، بی بی اور بانو

ڈاکٹرانیلہ ذوالفقار 28 جولائی 2026 افسانہ 0 796

برسات کی پہلی بارش ہوتے ہی مجھے ہمیشہ "بی بی" اور "بانو" یاد آجاتے ہیں۔

پہلی بوند گرتے ہی بی بی پورا گھر سر پر اٹھا لیتیں۔

ارے بانو! بانو! کہاں ہو؟ جلدی آؤ، پکوڑے بناؤ۔

بانو کچن سے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیتی۔

"بی بی، آپ نے تو صرف ایک پکوڑا ہی کھانا ہوتا ہے اور مجھے پورا ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ آپ ہمیشہ ای

بی بی ہنس کر کہتیں۔

"بانو، جتنا میرا دم ہے، اتنا ہی تو کھاؤں گی نا۔ بس، میرے لیے پکوڑے بنا دو۔"

"بانو، تجھے تو معلوم ہے نا، حمید کو پکوڑے کتنے پسند تھے۔ بارش شروع ہوتے ہی شور مچا دیتا تھا، "امی!
دور کہیں دیکھنے لگتیں، پھر آہستہ سے کہتیں۔

r just Rs.1999/-

"اب وہاں اس کے لیے پکوڑے کون بناتا ہوگا؟ نصرت تو خود نوکری کرتی ہے۔ ویسے بھی اسے تو کوئی س

اور بی بی کی آنکھوں میں برسوں کی جدائی خاموشی سے برسنے لگتی، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے

"ہائے میرا حمید! میں صدقے، میں قربان"۔

بانو ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی۔

"بی بی، یوں کہہ دیجیے نا کہ آپ کو حمید بھائی کی یاد آرہی ہے"۔

بی بی نے اپنی نمی بھری آنکھیں چھپا کر بولتی۔

"چل، یہی سہی، لا مجھے پیاز دے، میں کاٹتی ہوں"۔

چند لمحے خاموش رہ کر دل کا بوجھ ہلکا کرنے لگتیں۔

"تجھے کیا پتا، بانو۔۔ میں کیسے پانچ سال پورے ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔ بس یہ پانچ سال گزر جائیں،

بی بی کی آواز بھرا گئی۔

"میں آج بھی روز اس کی ساری کتابیں اور قلم صاف کرتی ہوں۔ سب کچھ ویسے ہی سنبھال کر رکھا ہے۔

پھر بانو کی طرف دیکھ کر بولتیں۔

"تجھے کیا معلوم، ماں اور بیٹے کا رشتہ کیا ہوتا ہے"۔

بانو ہلکے سے طنز میں جواب دیتی۔

"ہاں ہاں، ماں بیٹے کا رشتہ تو نہیں جانتی، لیکن میاں بیوی کا رشتہ ضرور جانتی ہوں۔ آخر حمید بھائی بھی

بی بی فوراً بات کاٹ دیتں۔

"نہیں بانو، نہیں۔۔ میرا حمید ایسا نہیں ہے۔ وہ تو صرف گھر کے حالات بہتر کرنا چاہتا تھا۔ وہ ضرور واپس

پھر جیسے خود کو بھی یقین دلانے لگتیں۔

"میرا حمید تو بہت بھولا ہے۔ اس نے دیکھا کہ باہر پیسے زیادہ ملتے ہیں، اسی لیے چلا گیا۔ ورنہ وہ کبھی نہ جا

یہ کہتے ہوئے بی بی کی نظریں صحن میں برستی بارش پر جم گئیں۔ شاید وہ بارش کی ہر بوند میں اپنے حمید
تھیں:

"یااللہ۔۔ میرا بیٹا جلد لوٹ آئے"۔

خانہ خراب ہو اس ہوائی جہاز کا، برا ہو اس جہاز بنانے والے کا، جس نے میرے بچے کو مجھ سے دور کر د
اس ہوائی جہاز بنانے والے کو!"

بانو مسکرا کر بی بی کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتی۔

"واہ بی بی! بیٹے کو تو کچھ نہیں کہنا، ساری بددعائیں جہاز بنانے والے کو دے رہی ہیں"۔

بی بی فوراً بول اٹھتیں۔

"ارے نہیں، میرے حمید کو کچھ نہ کہنا۔ وہ تو میرا جگر کا ٹکڑا ہے"۔

یہ کہتے کہتے ان کی آنکھیں بھر آتیں۔ وہ چپکے سے آنسو پونچھ لیتیں۔

بانو ان کے قریب بیٹھ کر کہتی۔

"بی بی، دل چھوٹا نہ کریں۔ اللہ خیر کرے گا۔ حمید بھائی جلد آ جائیں گے۔ ان کی امیگریشن مکمل ہو جائے

بی بی کے چہرے پر امید کی ایک ہلکی سی کرن ابھرتی۔

"ہاں بانو، حمید کہتا ہے"، بی بی، میرا مستقبل بن جائے گا۔" اللہ میرے بچے کو سو سال کی عمر دے"۔

یہ گفتگو ہفتے میں کم از کم ایک بار ضرور ہوتی۔ بی بی ہمیشہ ہوائی جہاز بنانے والے کو کوستیں، لیکن بیٹے کی

یوں ہی دیکھتے ہی دیکھتے چار سال گزر گئے۔

مگر بی بی کے لیے وہ چار سال، چار صدیاں تھے۔

وہ زمانہ موبائل فون کا نہیں تھا۔ محلے میں صرف ایک گھر میں ٹیلی فون تھا اور جب بھی گھنٹی بجتی، آدھ

پندرہ پندرہ دن بعد حمید کا ایک خط آتا۔

بی بی وہ خط بار بار سنتیں۔ بانو ہر لفظ پڑھتی اور بی بی ہر جملہ اپنے دل میں اتار لیتی۔ کبھی خط کو سینے سے لگا
ہوں۔

بانو محلے کے اسکول میں پڑھاتی تھی۔

حمید انجینئر بننے کے بعد اپنی بیوی، نصرت اور بچوں کے ساتھ دیارِ غیر جا بسا تھا۔ جاتے ہوئے اس نے بی

"بی بی، جیسے ہی مجھے اس ملک کی شہریت ملے گی، میں بار بار آپ سے ملنے آیا کروں گا"۔

اسی وعدے پر بی بی زندہ تھیں۔

بانو نے اپنی زندگی بی بی کی خدمت کے لیے وقف کردی تھی اور حمید کے لیے یہ کافی تھا کہ اس کی ماں اک

لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

عیدالاضحیٰ سے چار دن پہلے محلے میں فون آیا۔

بانو دوڑتی ہوئی فون سننے پہنچی۔

دوسری طرف نصرت تھی۔

وہ زار و قطار رو رہی تھی۔

"بانو۔۔ تمہارا بھائی۔۔ چلا گیا۔۔"

بانو ایک لمحے کے لیے کچھ نہ سمجھ سکی۔

"کہاں چلا گیا، بھابھی؟"

نصرت نے روتے ہوئے کہا۔

"حمید کو دل کا دورہ پڑا تھا اور وہ جان لیوا ثابت ہوا"۔

بانو کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

ایسا لگا جیسے پوری دنیا ایک ہی لمحے میں اندھیرے میں ڈوب گئی ہو۔

محلے والوں نے سسکتی ہوئی بانو کو سہارا دے کر گھر پہنچایا۔

بی بی صحن میں بیٹھی اس کی راہ دیکھ رہی تھیں۔

جیسے ہی بانو نے خبر سنائی، بی بی بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

ماں بیٹی کی فریادوں سے پورا محلہ گونج اٹھا۔

رشتے دار جمع ہوتے گئے، کچھ دیر بعد نصرت کا دوبارہ فون آیا۔

"حمید کا تابوت میں نے ہوائی جہاز پر روانہ کردیا ہے۔ دو دن تک پاکستان پہنچ جائے گا"۔

نصرت اور بچے نہیں آئے کیونکہ ابھی شہریت ملنے میں کچھ عرصہ درکار تھا۔

بانو دو دن کے بعد ائیرپورٹ گئی۔

جس ہوائی جہاز سے کبھی بی بی اپنے بیٹے کی واپسی کا انتظار کرتی تھیں، اسی جہاز سے آج ان کے بیٹے کا تابو

بانو اپنے بھائی کو لکڑی کے ایک بند صندوق میں گھر لے آئی۔

بی بی کی چیخیں سن کر ہر آنکھ اشکبار تھی۔

وہ تابوت سے لپٹ کر بین کرنے لگیں۔

"ہائے نصرت! میں نے تو تمہیں سونا دیا تھا، تم نے مجھے مٹی واپس بھیج دی۔ تم نے میرے حمید کو اکیلے ا

بی بی کی سسکیاں ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

اور بانو۔۔

وہ خاموش کھڑی تھی۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، مگر دل ایسے تھا جیسے کسی نے بے رحمی سے چیر کر رکھ دیا ہو۔

اس دن کے بعد بی بی نے کبھی ہوائی جہاز کو برا نہیں کہا۔

کیونکہ اب وہی ہوائی جہاز ان کے حمید کو ہمیشہ کے لیے واپس لے آیا تھا۔